© rasailojaraid.com

خدا پرستی اور مادیت کی جنگ

مولانا سید کاظم صاحب نقوی ریڈر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

(۱)

مادّیین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ خدا پرستوں کا دعویٰ ہے کہ اس بات کا ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ اس عالم کو ایک باشعور طاقت نے اپنے ارادے اور اختیار سے پیدا کیا ہے۔ وہ دلیل کے طور پر نظامِ کائنات کو پیش کرتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں ہمارا کہنا ہے کہ اگر ایسا ہے تو بڑے بڑے عقلاء زمانہ مشہور عالم منکرین وجود خدا کے منکر نہ ہوتے۔ اُن کی یہ شدید مخالفت اگر خدا کے نہ موجود کی دلیل نہ قرار پائے تو کم از کم اثباتِ وجود خدا کے انتہائی مشکل ہونے کی دلیل ضرور ہے۔

مذکورہ بالا خیال اس وقت بالکل غلط ثابت ہو جاتا ہے جب مادہ پرست منکرین کے خدا پرست طبقے سے مقابلے کی نوعیت اور کیفیت پر نظر کی جاتی ہے۔

تاریخ کا مطالعہ فیصلہ کرتا ہے کہ نیچرل سائنس (Natural Sciences) کے ماہرین نے وجودِ خدا کا انکار اس وقت سے شروع کیا جب کلیسا کے نام نہاد حامیوں نے اپنے بیجا مذہبی اقتدار کے بچانے کے لیے ان کے علمی تحقیقات کی شدید مخالفت کی۔ ایک دور میں مسیحیت کے راہ نما پورے یورپ پر حکومت کر رہے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ اگر علمی حقیقتوں کو پھلنے پھولنے کے واسطے آزاد چھوڑ دیا جائے تو ان کے بیان کردہ فرسودہ خرافات کو کوئی شخص باور نہیں کرے گا۔ اس کے بعد ان کے قصرِ اقتدار کا ڈھ جانا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یقینی ہے۔ یہ خیال کر کے انھوں نے نیچرل سائنس (Natural Sciences) کے ماہرین پر سختی شروع کر دی۔ ان کے تحقیقات کا دروازہ بند کرنا چاہا۔ انھیں جیلوں میں ڈالا۔ انھیں سانس لینے تک کی اجازت نہ دی۔

ہمارا قلم شرمار ہا ہے کہ وہ عیسائی راہ نماؤں کے اُن ہولناک مظالم اور جرائم کو نقل کرے جو تاریخ کے صفحات میں اب تک محفوظ ہیں ۱۲۳۳ء میں مذہبی طبقے کی طرف سے ایک مذہبی عدالت (Inquisition) قائم کی گئی۔ اس کا مقصد مسیحیت کے مخالف خیالات پر قابو پانا تھا۔ مورخین نے تصریح کی ہے کہ مسیحیت کے خلاف نظریات رکھنے کے جرم میں اس محکمے نے جن لوگوں کو سزا دی ان کی تعداد پچاس لاکھ ہے۔ کچھ کو پھانسی دی گئی۔ کچھ سوختہ بخت جلا ڈالے گیے، یہ محکمے مسلسل صدیوں تک انسانی خون کے دریا بہاتے رہے۔ وہ مسیحیت کے جھوٹے، تنگ نظر راہنماؤں کے ہاتھوں میں اپنے دشمنوں سے انتقام لینے اور انھیں تباہ و برباد کرنے کا بہترین وسیلہ بن گئے تھے۔ اسی دور میں بیچارے گلیلیو (Galileo) کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ ان کا جرم یہ تھا کہ ان کی بعض تحقیقات عقائد مسیحیت کے مخالف تھی۔ وہ حرکتِ زمین اور گردشِ سیارات کے قائل تھے ۱۹۳۲ء میں ان کا ایک دوست پوپ کے درجے تک پہنچ گیا۔ گیلیلیو نے اس زمانے میں ایک کتاب لکھی جس میں تین آدمی مصروفِ گفتگو ہیں۔ ایک شخص بطلیموس (Betlimous) کے نظریات کی طرفداری کر رہا ہے اور دو آدمی "کوپرنیکس (Copernis) کی حمایت کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت نے عیسائیت کے طبقہ روحانیت کے غیظ و غضب کو دوبالا کر دیا۔ انھیں فوراً روم طلب کیا گیا۔ وہاں پہنچ کر وہ ایک گھر میں مدتوں نظر بند رہے) بالآخر ۲۰ جنوری ۱۶۳۳ء کو جب انھوں نے مجبوراً مندرجہ ذیل نوید نامے پر دستخط کیے تب انھیں رہائی نصیب ہوئی:

"میں گیلیلیو ستر برس کی عمر میں آپ لوگوں کے سامنے اپنے گھٹنوں کے بل کھڑا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہا ہوں۔ کتاب مقدس میرے سامنے ہے۔ میرے ہاتھ اس کے اوپر رکھے ہیں۔ اس عالم میں میں توبہ کرتا ہوں۔ میں اپنے اس بے حقیقت دعوے پر پشیمان ہوں کہ زمین متحرک ہے۔ میں اسے قابل نفرت سمجھتے ہوئے اس کا انکار کرتا ہوں۔" (تاریخ علوم)

یہ کیتھولک (Catholics) عیسائیوں کی علم دشمنی اور اس سلسلے میں اُن کے مظالم کی داستان تھی۔ بسوء اتفاق سے پروٹسٹنٹ (Protestant) بھی تعصب اور علوم و فنون سے عداوت میں کیتھولک سے کم نہ تھے۔ یہ انہی ظالموں کا کارنامہ ہے کہ انھوں نے متعدد سائنسدانوں کو جدید علمی نظریات کے جرم میں جیتا جاگتا جلا کر خاکستر کر دیا!

مسیحیت کے نام نہاد طرفداروں کے یہی ہولناک مظالم وہ تھے کہ نیچرل سائنس کے ماہرین مذہب اور خدا سے ایک مارگزیدہ شخص کی طرح بھاگنے لگے۔ ان لوگوں کی تنگ نظری نے سلاطینِ وقت کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ انگلینڈ کے بادشاہ ایڈورڈ (Edward) نے "بیکن (Bacon)" کو کیمسٹری کے متعلق بحث کرنے سے روک دیا۔ آکسفورڈ میں انھیں اس علم کی تدریس نہیں کرنے دی۔ آخر میں بیکن کو انگلستان سے جلاوطن کر کے پیرس بھیج دیا گیا۔ وہاں وہ ہمیشہ کلیسا کی نگرانی میں زندگی بسر کرتے رہے۔

جس وقت کلیسا کا ظلم و ستم اپنے شباب پر تھا تو رفتہ رفتہ علمی تحریک (Renaesence) نے زور پکڑا۔ روشن خیال طبقہ جو اس دور کے مسخ شدہ بیہودہ مذہبی عقائد سے عاجز آچکا تھا اس تحریک کا حامی بن گیا۔ دوسری طرف آزادی خواہ جماعت نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے ظالم حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت کر دی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان تین طاقتوں نے مل کر ایک دوسرے کا پشت پناہ بن کر مذہب کا مقابلہ شروع کیا۔ انھوں نے اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لیے مختلف طرح کے وسائل سے کام لیا۔ تمام دنیا کے خدا پرستوں کو دل کھول کر بُرا بھلا کہا۔ تمام دینی عقائد کو مزخرفات سمجھنے اور کہنے لگے۔ مدتوں یہ صورت حال باقی رہی۔ آخر میں پوپ اور کلیسا قدم پیچھے ہٹانے پر مجبور ہوئے۔ رفتہ رفتہ مذہب کے خلاف مادہ پرستوں کے پروپیگنڈوں سے پوری مغربی دنیا متاثر ہوگئی۔ کچھ عرصے کے بعد یہ آوازیں ایک گراں بہا، قیمتی علمی تحفے کے طور پر یورپ کے دروازوں سے مشرق تک بھی پہنچیں۔ اہلِ مغرب کی طرح اہلِ مشرق بھی مذہب سے بدظن اور متنفر ہو گئے۔

علوم طبیعیہ (Natural Sciences) کے ماہرین نے بہت بڑی غلطی یہ کی کہ انھوں نے مسخ شدہ مسیحیت کے تعلیمات کی صف میں تمام دنیا کے مذاہب کو قرار دے دیا۔ وہ انتقام اور ان نقصانات کی خانہ پوری کرنے کے پیش نظر جو انھیں کلیسا کے دورِ اقتدار میں پہنچے تھے سرے سے خدا کے منکر ہو گئے۔ ممکن ہے کہ نیچرل سائنس کے ماہرین میں اکثر کا مقصد پوپ اور پادریوں کے بیہودہ تعلیمات کو بے اثر بنا کر علوم و فنون کی نشر و اشاعت کرنا ہو۔ لیکن بعد میں متعصب اور جاہ پرست مادہ پرستوں نے اس مخالفت کو تمام آسمانی مذاہب کے بے اصل ہونے کا آلۂ کار بنا لیا۔ انھوں نے مذہب کو علم اور فلسفے کا مقابل قرار دے دیا۔ وہ اپنے طرفداروں کو مذاہب عالم سے ہر اعتبار متنفر بنانے کی برابر کوشش کرتے رہتے ہیں۔ روس کے مادہ پرستوں کا اخبار مورخہ ۸ ار اکتوبر ۱۹۲۴ء رقم طراز ہے:

"کمیونسٹ پارٹی مذہبی امور کے بارے میں غیر جانبدار نہیں رہ سکتی۔ وہ دینی رجحانات کے خلاف تمام پروپیگنڈوں کی سرپرستی کرتی ہے۔ کیوں کہ ہماری جماعت علم کی طرفدار ہے اور مذہبی عقائد اس کے مخالف ہیں۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنابریں سائنسداں طبقے کی مذہب سے مخالفت کو اس بات کی دلیل نہ قرار دینا چاہیے کہ وجود خدا کا ثابت کرنا مشکل ہے کیونکہ ہم نے عرض کیا کہ ان میں سے ایک گروہ کی مخالفت کی غرض یہ تھی کہ وہ مسیحی راہنماؤں کے مقابلے میں اقتدار حاصل کریں۔ دوسرے اس طبقے کی مخالفت کی بنا رکھی علوم طبیعیہ (Natural Sciences) کی نشر و اشاعت اور کلیسا کے بیہودہ معتقدات کی مقبولیت کی روک تھام۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ انہی جدید علوم کے ماہرین میں بکثرت ایسے افراد موجود ہیں جو وجود خدا کے معتقد اور خدا پرستی کے انتہائی طرفدار ہیں۔ جو خود اس امر کی ایک بڑی دلیل ہے کہ یورپ کے مذہب سے اختلاف اصل مذہب اختلاف کا مترادف نہیں ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بعض سائنسدانوں کے وجود خدا کے متعلق خیالات نقل کر دیے جائیں۔

"تبدل انواع (Transformisme) کے مشہور نظریے کے موجد ڈارون اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"صحیح العقل شخص کے لیے محال ہے کہ وہ کائنات میں یہ عجیب و غریب نظام اور ہم آہنگی دیکھنے کے بعد کہے کہ اس عالم کا کوئی خالق نہیں ہے"

(ارتباط انسان ــــ جہان ج ۱ ص ۱۱۲۶)

اس صدی کے مشہور ریاضی داں آئن اسٹائن (Instein) کے خیالات ملاحظہ ہوں:

"مذہبی احساس علمی تحقیقات کا نہایت طاقتور اور معزز سرچشمہ ہے۔ میرا مذہب یعنی ایک بلند ترین۔ غیر محدود اور غیر مادی ذات کی نارسا اور ناقابل اعتنا ستائش سے وہ ذات کہ جو خود اپنے کو نمایاں کرتی ہے تاکہ ہم اپنے کمزور مشاعر کے ذریعہ اس کا ادراک کرسکیں۔ میرے باطنی عمیق ایمان اور خدا کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متعلق میرے عقیدے کی تشکیل وہ بلند با شعور عدالت کرتی ہے۔ جس نے اپنے کو نا قابل ادراک جہان میں ظاہر کیا ہے" (جہان ودکتر انیشٹین)

اسی مشہورِ دوراں شخص نے ایک دوسری جگہ یہ گرانقدر الفاظ کہے ہیں:

"اس پراسرار عالم وجود میں جس کی اکثر وبیشتر چیزوں سے ہم واقف ہیں ضرور بالضرور ایک صاحب عقل واقتدار ذات موجود ہے۔ اس کی دلیل یہی عالم اور اس کے موجودات ہیں" (حوار بین الالہایین والماریین)

یہ غلط تعارف کا نتیجہ ہے | مبداء وجود اور خالق کائنات کی حیثیت سے عیسائی راہنماؤں نے لوگوں سے جس خدا کا تعارف کرایا تھا وہ نہ صرف نیچرل سائنس (Natural Sciences) کے ماہرین کے لیے وحشت محسوس کرنے کا سبب تھا بلکہ کوئی صاحب عقل جس نے ذات کے متعلق کچھ غور وخوض کیا ہوا سے ماننے کے واسطے تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کا پیش کیا ہوا خدا کسی معمولی چیز کے پیدا کرنے کے قابل نہ تھا۔ چہ جائیکہ اس عالم وجود کے گہرے نظم ونسق کو اس کے وجود کا پرتو قرار دیا جائے۔

کیا جو خدا کھائے، پیے۔ سوئے۔ ٹہلے کشتی لڑے۔ خلاصہ یہ کہ ایک جسم کی تمام خصوصیات رکھے۔ سر سے پیر تک محتاج ہو۔ جس میں تمام مذموم صفات جہل، غصہ، حسد بخل وغیرہ موجود ہوں، انسان کی پرستش کے لائق ہے؟ ہرگز ایک سائنسداں تسلیم نہیں کر سکتا کہ ایسی ناتواں اور کمزور ہستی عالم کے ان عظیم اور حیرت انگیز آثار کی خالق ہو۔

ممکن ہے کہ کوئی پوچھے کہ یہ غلط تعارف کہاں کرایا جا رہا تھا؟ اسی جگہ جہاں سائنسداں اور موجدین زندگی بسر کر رہے تھے۔ اسی جگہ جہاں وہ مسلسل علمی تحقیقات میں مشغول تھے۔ اسی جگہ جہاں مذہبی اعتقادات کا خزانہ تحریف شدہ توریت وانجیل تھی جو اسی قسم کے مزخرفات بلکہ ان سے بدتر باتوں سے بھری ہوئی تھی۔ وہاں مذہبی حقائق اور خدا پرستوں کے صحیح عقائد تک پہنچنے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں تھا یہی بات نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ ایک پڑھا لکھا آدمی مذکورہ بالا صفات سے متصف خدا کو تسلیم نہیں کر سکتا ضرور بالضرور کسی نہ کسی طرح وہ اپنا اور دوسرے لوگوں کا اس عقیدے سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرے گا۔

کیا برا ہے کہ یہاں چند جملے نمونے کے طور پر عیسائیوں اور یہودیوں کے ذات خدا کے متعلق عقائد کے نقل کر دیے جائیں۔ ان کے پیش نظر ہونے کے بعد واضح ہو جائے گا۔ کہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ ایک سائنسدان ایسے خدا پر ایمان نہ لائے۔

۱۔ توریت کی کتاب "پیدائش" کے تیسرے باب کی آٹھویں آیت میں پڑھتے ہیں:

"اور انھوں (آدم وحوا) نے خداوند خدا کی آواز جو ٹھنڈے وقت باغ میں پھرتا تھا سنی اور آدم اور اس کی بیوی نے آپ کو خداوند خدا کے حضور سے باغ کے درختوں میں چھپایا۔ تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا تو کہاں ہے؟!"

اس آیت میں خداوند عالم کو انسان کے مانند قرار دیا گیا ہے کہ وہ بھی صبح تازہ ہوا کھانے کے لیے ٹہلتا ہے۔ وہ ایسی باتوں سے بھی بے خبر ہے جو چند قدم کے فاصلے پر گزر رہی ہیں۔

۲۔ توریت کی اسی کتاب "پیدائش" کے بتیسویں (۳۲) باب کی چوبیسویں (۲۴) آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

"اور یعقوب اکیلا رہ گیا اور پو پھٹنے کے وقت تک ایک شخص وہاں اس سے کشتی لڑتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ اس پر غالب نہیں ہوتا تو اس کی ران کو اندر کی طرف چھوا اور یعقوب کی نس اس کے ساتھ کشتی میں چڑھ گئی۔ اور اس نے کہا مجھے جانے دے کیونکہ پو پھٹ چلی۔ یعقوب نے کہا جب تک تو مجھے برکت نہ دے میں تجھے جانے نہیں دوں گا۔ تب اس نے پوچھا کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تیرا کیا نام ہے ؟ اس نے جواب دیا یعقوب — اس نے کہا تیرا نام آگے کو یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہوگا کیونکہ تو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا۔ تب یعقوب نے اس سے کہا کہ میں تیری منت کرتا ہوں۔ تو مجھے اپنا نام بتا دے۔ اس نے کہا کہ تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے ؟ اور اس نے اسے وہاں برکت دی اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فنی ایل رکھا اور کہا کہ میں نے خدا کو رو برو دیکھا تو بھی میری جان بچی رہی"

اس آیت کے بیان کے مطابق سر شام سے صبح تک خدا یعقوب سے کشتی لڑتا رہا جب صبح ہونے لگتی تو بڑے اصرار کے ساتھ ان کے چنگل سے چھٹکارا پاتا ہے یعقوب سے کشتی میں خدا ہار جاتا ہے!

۳۔ سفر خروج کے چوبیسویں باب کی نویں آیت میں ہے :-

"تب موسیٰ اور ہارون اور ندب اور ابیہو اور بنی اسرائیل کے ستر بزرگ اوپر گئے۔ اور انھوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا اور اس کے پاؤں کے نیچے نیلم کا چبوترا تھا جو آسمان کے مانند شفاف تھا اور اس نے بنی اسرائیل کے شرفاء پر اپنا ہاتھ بڑھایا، سو انھوں نے خدا کو دیکھا اور کھایا پیا"!

اس آیت میں آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ بنی اسرائیل کے خدا کو دیکھنے اور اس کے کھا لینے یا اپنے کھانے پینے کا اس کے مہمان کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے:

۴۔ کتاب پیدائش کے چھٹے باب کی دوسری آیت میں ہے :-

"تو خدا کے بیٹوں نے آدمی کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ خوبصورت ہیں اور جن کو انھوں نے چنا ان سے بیاہ کر لیا۔"!

اس آیت میں صریحاً کہا جا رہا ہے کہ خدا کے بیٹے ہیں۔ وہ ان کا باپ ہے۔ پھر ان کے جذبات ایسے بے قابو ہیں کہ وہ لوگوں کی لڑکیوں کو دیکھ کر فوراً عاشق ہو جاتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵۔ اسی سفر کے گیارھویں باب کی پانچویں آیت ہے:

"اور خداوند اس شہر اور برج کو جسے بنی آدم بنانے لگے دیکھنے کو اترا"

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ خدا کو اپنے بندوں کی ہنر نمائیاں دیکھنے کا شوق ہے۔ اسی غرض سے اس نے زمین اور آسمانوں کی طولانی مسافت طے کی۔!

یہ "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر ان کتابوں کی بعض عبارتیں ہیں جنھیں منزل من اللہ کہہ کر پیش کیا جا رہا تھا۔ یہ ہے یہود و نصاریٰ کے خدا کا حلیہ جس میں جہالت کمزوری تمام انسانی صفات کا نقشہ نظر آ رہا ہے۔

انتہائی واضح بات ہے کہ کسی سائنسداں کا کیا ذکر ہر سنجیدہ، فہمیدہ، تعلیم یافتہ شخص کی سطح ذہن اس سے بالاتر ہے کہ وہ ان موہومات کی گرویدہ ہو۔ وہ شخص ایسے خدا کو ہرگز اس وسیع اور عظیم الشان عالم کا خالق اور کائنات کے حیرت انگیز اسرار و رموز کا موجد نہیں مان سکتا۔ ظاہر ہے کہ صحیح مذہبی عقائد سے ناواقفیت کی صورت میں لوگوں کا ملحد اور منکر خدا ہو جانا لازمی ہے۔

نامعقول طرز فکر | معاف کیا جائے سائنسدانوں کے اندازِ تفکر کو بھی مذہب اور خدا سے روگردان بنانے کا سبب قرار دیا جا سکتا ہے۔ یورپ کے علمی انقلاب (Renaissance) نے ان کے سوچنے کا ڈھنگ بالکل بدل دیا عقلی استدلال کی جگہ تجربے اور آزمائش نے لے لی۔ تعلیم یافتہ طبقے کی نظر میں بس ایسے مسائل کی وقعت رہ گئی جن کا تعلق احساس اور آزمائش سے ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایسے مسائل جنھیں خالص عقلی غور و خوض سے حاصل کیا جا سکتا ہے اہل علم نے ان کی بابت گفتگو اور بحث کرنا بے فائدہ سمجھ لیا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس نیچرل مادی دنیا میں نامعلوم چیزوں کا پتہ چلانے کا بہترین راستہ مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ قدیم یونان میں نیچرل سائنس (Natural Sciences)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے کچھ زیادہ نہ پھولنے پھلنے کی وجہ سے شاید یہی ہے کہ اس زمانے کے اہل تحقیق کو مشاہدے اور تجربے کو کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے تھے۔ ان کے نزدیک ارسطو کی کسی کتاب کا ایک ورق پڑھ ڈالنا دسوں تجربات سے بہتر تھا۔ حالانکہ علمی انقلاب کے بعد نیچرل سائنس نے قابل لحاظ ترقی کی۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ ہماری صرف ایک صدی میں انسان کے ایجادات اور اکتشافات کی تعداد گزشتہ زمانے کے مجموعی ایجادات کے کم از کم برابر کہی جاسکتی ہے اس کا موجب یقیناً تحقیق اور ریسرچ کے ڈھنگ کی تبدیلی ہے۔

مشاہدے اور تجربے سے گرویدگی نے اگرچہ نیچرل سائنس کے مسائل میں انھیں بہت آگے بڑھادیا لیکن اسی نے انھیں خالص عقلی مسائل سے بدگمان بھی کردیا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اہل علم کے دماغوں میں یہ خیال پیوست ہوگیا کہ حقیقتوں تک پہنچنے کا واحد راستہ مشاہدہ اور تجربہ ہے۔

واضح رہے کہ انسان کی دماغی طاقت جس شعبے میں زیادہ صرف کی جائے گی اس میں وہ زیادہ ماہر اور کارگر ہو جائے گی۔ ایسے شخص کی نظر میں تمام دنیا کے مسائل سمٹ کر اسی شعبے کے دائرے میں آجائیں گے جس کا وہ ماہر ہے۔

شاید یہی راز تھا کہ فلکیات کے گذشتہ ماہرین دنیا کے تمام حوادث و واقعات کو ستاروں کی مختلف حالتوں کا نتیجہ سمجھتے تھے بالکل اسی طرح جیسے اس زمانے کے سیاستدان ہر چیز کی نسبت سیاسی اسباب کی طرف دیتے ہیں۔ کمیونزم کے طرفدار تمام سماجی۔ علمی۔ ہنری فلسفی اور سیاسی امور کو اقتصادیات سے وابستہ قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک عالم وجود کے ہر حادثے کو اپنے مسلک کے مطابق اپنے نظریات پر منطبق کرنا چاہتا ہے۔

سائنسدانوں کا طبقہ چونکہ اپنی تمام ذہنی صلاحیتوں کو علوم حسیہ کے شعبے میں صرف کرتا ہے۔ چونکہ وہ ہر چیز کو انھی علوم کے معیار پر جانچتا ہے اس لیے وہ ایسی چیزوں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجنبیت محسوس کرتا ہے جو غیر محسوس ہیں۔ ایسے امور کے سلسلے میں وہ ان کا بنوع فکری کام نہیں کرتا۔ غیر محسوس۔ غیر مادی چیزوں کا تصور ان کے واسطے دشوار بلکہ محال ہو جاتا ہے حالانکہ تصور محال محال نہیں ہے۔ ایسا ان کی زبان پر برابر آتا رہتا ہے کہ ایسی چیزوں کا تصور غیر ممکن ہے جو زمان ومکان کے حدود سے باہر ہوں۔

یہ مسلم ہے کہ جس خدا نے مادے اور زمان ومکان کو پیدا کیا ہے وہ یقیناً زمان ومکان اور مادّے سے بالاتر ہے: علوم طبیعیہ کے آلات (Natural Sciences) ووسائل سے اس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ بنیادی طور پر یہ امید ہی نہ رکھنا چاہیے کہ غیر حسی حقیقتیں محسوسات کی ترازو میں تولی جا سکیں گی۔ جو چیز مادّے اور مادیات کے دائرے سے باہر ہے اُسے عام مادّے کی عینک سے نہیں دیکھا جا سکتا اصلاً ایک علم کا معیار دوسرے علم کے لیے رتی بھر مفید نہیں ہے۔ علوم طبیعیہ اور طب ہر ایک کا ایک خصوصی مستقل معیار ہے جس پر دوسرے علوم کے مسائل کو نہیں جانچا جا سکتا۔

بنا بریں وہ دماغ کہ جن کی کارگزاری کا محور نقطہ نیچر اور محسوسات ہوں وہ مابعد الطبیعۃ امور کا تصور تک نہ کر سکیں گے۔ یقیناً اس خدا سے بے خبر رہیں گے جس نے نیچر اور مادے کو پیدا کیا ہے۔ ایسے ذہن ہمیشہ آرزو کرتے رہیں گے کہ خدا کو کبھی تجربہ گاہوں اور لیبارٹریوں میں دیکھیں۔ اپنے مخصوص آلات سے ان کی خصوصیات کا بھی پتہ چلائیں۔ علوم طبیعیہ کے بعض ماہرین کے ذہنوں پر فلسفۂ حسّی اس طرح چھا گیا۔ وہ اس سے ایسے متاثر ہو گئے کہ انھوں نے تجربے اور آزمائش کو جو صرف مادی علوم کا ایک وسیلہ ہے ان علوم کے دائرے سے نکل کر تمام انسانی علوم کے صحت وسقم کا معیار قرار دے دیا۔

بلاشبہ سوچنے کا یہ ڈھنگ احساس و آزمائش کے دائرے سے باہر دنیا سے نیچر کے ان ماہرین کو روشناس نہیں بنا سکتا۔ یہ طرز تفکر نہایت نخوت اور غرور کے ساتھ ایک سائنسدان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی زبان سے یہ الفاظ کہلوادے گا۔

"جب تک خدا کو اپنے آپریشن کے چاقو کے نیچے نہیں دیکھ لوں گا
اس کے وجود کا اقرار نہیں کروں گا"!

پولیٹسر نے اپنی کتاب "اصول مقدماتی فلسفہ" میں لکھا ہے:

"ایسی چیز کا تصور محال ہے جو زمان ومکان میں نہ ہو۔ جو تغیر وتبدل سے
محفوظ ہو"!

یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس طرح کے فقروں میں ان کے طرز تفکر کی جھلک ہے بلکہ مکمل عکاسی ہے۔ یہ فقرے بتاتے ہیں کہ ان لوگوں کی ذہنی طاقتیں بس محسوسات کی آزمائشوں میں کام آتی ہیں۔ ان کے علاوہ تجربے اور آزمائش کے حدود سے باہر چیزوں کے سلسلے میں ان کا وجود اور عدم برابر ہے۔ قدرتی طور پر جو امور ان کی ذہنی کارگزاری سے دور ہیں جیسے خدا۔ روح وغیرہ ان کے لیے قابل ادراک نہیں ہیں۔

واقعتاً ایک خداشناس آدمی کے واسطے یہ کتنا حیرت انگیز ہے کہ کوئی مادہ پرست کہے کہ "جب تک خدا کو آپریشن کے چاقو کے نیچے نہیں دیکھ لوں گا اس پر ایمان نہیں لاؤنگا" اسی طرح یہ فقرہ بھی انتہائی قابل تعجب ہے کہ "مذہب اصولِ علمی کے موافق نہیں ہے"۔ ایسا ہی ہے کہ کوئی کہے کہ جب تک کینسر اور ملیریا کے جراثیم کو "ضرب وتقسیم" کی مدد سے معلوم نہیں کرلوں گا انھیں نہیں تسلیم کروں گا!!

حقیقی فلسفے اور فلاسفہ کا فقدان یورپ کی علمی تحریک (Renoessence) نے لوگوں کے خیالات اور نظریات کا زمین آسمان بدل دیا۔ ہر بات کا اچھی طرح جائزہ لیا گیا۔ نظر ثانی کی گئی لیکن شاید ہم مشرقی لوگوں کا احساس کمتری اس حقیقت کا اقرار نہ کرنے دے کہ یورپ اس عظیم علمی تحریک کے بعد بھی کسی ایسے مکتب فلسفی کا مالک نہیں ہوسکا جو وجود خدا اور دوسرے مذہبی مسائل کے سلسلے میں ذہنی یکسوئی اور اطمینان کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سامان فراہم کرسکے۔ اس علمی تحریک کی عمراس وقت کئی سو برس ہو چکی ہے۔ لیکن اب بھی یورپ کے پاس نہ فلسفہ ہے اور نہ فلسفی۔ وہاں کے لوگوں کے دماغوں میں بھی مذہبی باتوں کے بارے میں شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن کوئی مکتب فلسفی نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی جگہ باقی رہ جاتے ہیں اور ان کے دور ہونے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا فطری نتیجہ یہ ہے کہ لوگ مذہب سے دور ہوتے جائیں۔ وہ خدا اور تمام غیر مادی چیزوں کا انکار کر دیں۔ اس کا شاہد یہ ہے کہ یورپ کی شہرۂ آفاق شخصیتوں کے خدا اور دوسرے مذہبی امور کے متعلق اقوال کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فلسفہ کی الف۔ بے سے بھی واقف نہیں تھے۔ ناظرین اس جسارت کو معاف کریں لیکن ناچیز کے معروضات کو ٹھنڈے دل سے ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا شاہد | کانٹ (Kant) کی علمی شخصیت سے کون واقف نہیں ہے لیکن اس علمی عظمت کے باوجود خدا کے بارے میں انھوں نے جس طرح اظہار خیال کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا فلسفے سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ ان کا قول ہے:

"سائنس نے نیچر کے باپ کو اپنے کام سے معزول کردیا۔ اسے گوشہ نشین بنادیا۔ درانحالیکہ اس نے اس کے وقتی اور عارضی خدمات کی قدر کی"۔

(خدا اور طبیعت)

کانٹ (Kant) اگرچہ پکّے مادّہ پرست شخص اور کلیسا کے سخت مخالف تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے مذکورہ بالا الفاظ سے کلیسائی خیالات اور عقائد کی بو آرہی ہے۔ باپ اور بیٹے کا مسئلہ کلیسا کے تعلیمات کا جز ہے۔ کانٹ نے انہی لفظوں کو خدا اور نیچر کے لیے صرف کردیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی خداشناسی کا معیار بس یہ ہے جس کا ان کے الفاظ سے پتہ چل رہا ہے کہ وہ خدا کو بھی دوسرے نیچرل اسباب کی لائن میں سمجھتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ نیچرل اسباب رفتہ رفتہ سبھی پہچان لیے جاتے ہیں۔ لیکن خدا انہی جیسا ہونے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے باوجود انتہائی پراسرار ہے۔ اس کے چہرے سے ابہام کی نقاب کبھی نہیں سرکتی ہے۔

خدا کی نوعیت کے بارے میں کانٹ کے اس تصور کی تائید ان کے اس فقرے سے بھی ہوتی ہے کہ "سائنس نے باپ کے خدمات کی قدردانی کرتے ہوئے اس سے معافی مانگ لی اور اسے اس کے کام سے علیحدہ کر دیا" صاف بات ہے کہ اس سے یہی پتہ چلتا ہے کہ کانٹ کے نزدیک خدا بھی ایک ایسا سبب ہے جس کا تعلق اسی نیچر سے ہے۔ زیادہ سے زیادہ مجہول اور مبہم ہے کیونکہ اگر یہ بات نہیں ہے تو موجودات عالم کے مادی اور نیچرل اسباب کا پتہ چل جانے کے بعد اسے اس کی خدمات سے سبکدوش اور ریٹائرڈ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے واسطے اب کوئی جگہ باقی نہ رہنے کے کیا معنی ہیں؟

کانٹ کی یہ بات گواہی دے رہی ہے کہ وہ خداپرستی کی الف ب سے بھی واقف نہیں تھے ورنہ جتنا چاہے سائنس ترقی کرے۔ موجودات عالم کے نیچرل اسباب کا انکشاف ہو ہرگز ہرگز، کبھی اور کہیں خدا استعفیٰ نہیں دے گا۔ وہ اپنے بلند اور انفرادی درجے سے نیچے نہیں اترے گا۔

کانٹ نے قطعاً یہی خیال کیا ہے کہ خدا نیچر کا ایک جز ہے۔ وہ بھی دوسرے مادی اسباب کی قطار میں ہے۔ یہ تمام مادی موجودات۔ یہ تمام عدم سے وجود میں آنے والی چیزیں براہ راست اس کے ارادے اور اقتدار کے اثرات ہیں۔ یہ بارشیں، یہ برف باریاں۔ یہ پھول یہ کونپلیں، یہ بیماریاں، یہ تندرستیاں، یہ سیلاب، یہ آندھیاں، خدا کے علاوہ کسی نیچرل علت کی مرہونِ منت نہیں ہیں۔ صرف اس کی ذات کے یہ آثار ہیں۔ یقیناً ان مادی موجودات اور عدم سے وجود میں آنے والی چیزوں کے بارے میں اس طرح کا تصور اسی نتیجے تک حتماً پہونچا دے گا جس تک کانٹ کا دماغ پہنچا ہے بے شک جبکہ دنیا کے موجودات اور پیش آنے والے حوادث و واقعات کے نیچرل اسباب معلوم ہو گئے تو ایسے خدا سے ضرور استعفیٰ طلب کر لیا جائے گا۔ اس کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ کیونکہ ہمیں اس طرح کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیچر پر اثر انداز سبب کی احتیاج اس صورت میں تھی کہ جب حقیقی اور واقعی اسباب کا پتہ نہیں چلا تھا۔ لیکن جبکہ انسان اپنی علمی کاوشس کے نتیجے میں ان موجودات اور واقعات وحوادث کی مادی علتوں سے آگاہ ہو چکا ہے۔ جبکہ وہ اس بات کو جان گیا ہے کہ کچھ نیچرل مادی امور ہیں جو تندرست لوگوں کو بیمار بنا دیتے ہیں۔ انھیں بخار آ جاتا ہے اور وہ بید کی طرح تھر تھر کانپنے لگتے ہیں۔ وہی کبھی آسمان سے پانی اور کبھی برف برساتے ہیں۔ انہی کے اشارے سے درختوں میں کونپلیں پھوٹتی اور پھول پھل پیدا ہوتے ہیں۔ وہی براہ راست آندھیاں لاتے، طوفان اٹھاتے ہیں تو اب ان چیزوں کے سلسلے میں خدا کی کیا ضرورت رہ جائے گی؟ وہ اسباب وعلل کی لائن سے نکل جائے گا۔ کوئی سبب نامعلوم نہیں رہے گا۔ اس کے بعد ظاہر ہے کہ اس خدا کے ہاتھ میں کوئی عہدہ۔ اس پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں رہ جائے گی۔

بے ادبی معاف۔ خدا کے بارے میں سوچنے کا یہ ڈھنگ معرفت خدا کے اصول سے کانٹ کے ناواقف ہونے کا نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا ایک ایسا موجود ہے جو زمان ومکان سے بالاتر ہے۔ وہ مادّے کا بھی پیدا کرنے والا ہے اور تمام ایسی چیزوں کا بھی جو عدم کے بعد وجود میں آئی ہیں۔ اس کی جگہ ہرگز نیچرل اسباب کی صف میں نہیں ہے۔ وہ نیچر کا خالق ہے۔ وہ تمام اسباب ومسببات اور پورے عالم ہستی کا منظم کرنے والا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہے وہ اس کے وجود کا فیض۔ اس کے ارادے کا طفیل ہے۔ ہرگز ہرگز یہ صحیح نہیں ہے کہ اس کو ان نیچرل اسباب ومسببات کے درمیان ڈھونڈا جائے یا اُسے مادی علتوں کا جانشین فرض کیا جائے۔

اس بنا پر برابر سائنس ترقی کرتا رہے۔ عدم سے وجود میں آنے والی تمام چیزوں کے اسباب کا انکشاف ہوتا رہے۔ اس کا خدا کی الوہیت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا بلکہ اس کے وجود کے ضروری ہونے کی بابت انسان کا ایمان اور عقیدہ پختہ سے پختہ تر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جائے گا کیونکہ اس دنیا کا حیرت انگیز نظام۔ علت و معلول کا یہ طویل سلسلہ بے شعور مادے کی کارگزاری کا نتیجہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس عالم کی پشت پر کوئی عظیم الشان عقل۔ کوئی صاحب اقتدار ہستی ہونا چاہیے جو بے جان مادے کو جاندار بنائے اس کے اجزار کو مرتب اور منظم قرار دے۔

دوسرا شاہد | برٹنڈرسل (Bertrandrussell) نے مادہ پرستی اور انکار خدا کی طرف اپنے میلان اور رجحان کا عذر تراشتے ہوئے لکھا ہے:

"میں جوانی میں خدا کو ماننا اور مذہب کی حقانیت کا عقیدہ رکھتا تھا، اور وجود خدا کے ثابت کرنے کے لیے بہترین دلیل علّۃ العلل کے برہان کو سمجھتا تھا جس کی توضیح یہ ہے کہ اس دنیا کی ہر چیز کے وجود کی کوئی علت ہے۔ اگر علتوں کو اس زنجیر کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے جائیں تو آخر میں سب سے پہلی علت تک پہنچ جائیں گے۔ اسی کا نام خدا رکھ لیا گیا ہے۔ لیکن بعد کو بالکل میرا عقیدہ بدل گیا۔ کیونکہ میں نے سوچا کہ اگر ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی علت ہونا ضروری ہے جو اسے پیدا کرے تو پھر خدا کی بھی کوئی علت ہونا چاہیے جس نے اسے خلق کیا ہو۔" (چرا من مسیحی نیستم)

برٹنڈرسل (Bertrandrussell) نے وجود خدا کے عقیدے سے اپنی رو گردانی کا جو سبب بتایا ہے وہ بالکل ان سامنے کے اعتراضات میں سے ہے جو مادیین کی طرف سے خدا پرستوں پر کیے جاتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ برٹنڈرسل اپنے بڑھاپے میں اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

اس سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ رسل نے خیال کیا ہے کہ اگر وہ خدا پرستی چھوڑ کر مادہ پرستی اختیار کر لیں تو انھیں اس اعتراض سے چھٹکارا مل جائے گا۔ حالانکہ جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے اُس کی زد پر خدا پرست اور مادہ پرست دونوں یکساں طور سے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ ہو بہو یہی اعتراض مادہ پرستوں پر بھی ہوتا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ اس دنیا میں جو گوناگوں موجودات دکھائی دے رہے ہیں۔ جو طرح طرح کی شکلیں اور صورتیں نظر آرہی ہیں وہ سب مادے کی کارفرمائی ہے۔ یہاں بھی یہ سوال ابھرتا ہے کہ پھر مادّے کی علت کون ہے؟ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ تمام چیزوں کو مادے نے پیدا کیا ہے۔ لیکن مادّے کو کس نے پیدا کیا ہے۔؟

حسن اتفاق سے برٹرنڈ رسل اور ہم دونوں ایک کشتی پر سوار ہیں۔ اس بات میں مادّہ پرست اور خدا پرست دونوں ایک دوسرے کے شریک ہیں کہ ایک ایسی چیز کو ماننا چاہیے جو قدیم و ازلی ہو۔ وہ خالص علت ہی علت ہو۔ معلول۔ معلول نہ ہو۔ نری خالق ہی خالق ہو۔ مخلوق نہ ہو۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس طرح کی چیز کا نام خدا پرستوں کے درمیان "اللہ" ہے اور مادہ پرستوں کے درمیان "ایٹم"، "نیچر" خلاصہ یہ کہ کوئی مکتب فکر بھی ہو اسے انتخاب کرنے کے بعد اس سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا کہ کسی ایسے موجود کا قائل ہوا جائے جو قدیم اور ازلی ہو۔ اپنے وجود میں کسی دوسرے کا مرہون منت نہ ہو۔ اب ایسا کس طرح ہوا کہ یہ معمولی سا اعتراض برٹرنڈ رسل کے مذہب اور خدا پرستی سے روگردانی کا موجب بن گیا؟ ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب خود وہی دے سکتے تھے۔

اس غفلت اور علمی چوک سے زیادہ قابل تعجب کسی چیز کے محتاجِ علت ہونے کے بارے میں ان کا نظریہ ہے۔ انھوں نے یہ خیال کیا ہے کہ کسی چیز کو علّت اور سبب کی ضرورت اس لیے باقی ہے کہ وہ وجود کی صفت سے متصف ہے۔ اس لیے برٹرنڈ رسل نے فوراً نتیجہ نکال لیا کہ چونکہ خدا بھی موجود ہے لہذا وہ بھی علت کا محتاج ہے۔ لیکن اتنا عظیم شخص اس بنیادی نکتے تک نہیں پہنچ سکا کہ کسی چیز کے محتاج علت ہونے کی وجہ صفتِ وجود سے متصف ہونا نہیں ہے۔ یعنی اگر یہ پوچھا جائے کہ کوئی بھی چیز کسی علت اور سبب کی محتاج کیوں ہوتی ہے؟ تو اس کے جواب میں یہ کہنا غلط ہے کہ موجود ہونے کی وجہ سے، کیونکہ وہ ابھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موجود تو ہے ہی نہیں۔ ابھی اس کی صفت اصالت عدم ہے۔ علت کی طرف وہ محتاج کسی ایسے پہلو اور رُخ سے ہوگی جو معدوم ہونے کے باوجود اُس میں پایا جائے۔ وہ پہلو اس چیز کا ممکن ہونا ہے چونکہ موجود اور معدوم ہونا اس کے لیے یکساں حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے دونوں پلّوں میں سے کوئی جھکا ہوا نہیں ہے لہٰذا اسے جھکانے والا کوئی ہونا چاہیے۔

بے شک کسی چیز کے ممکن ہونے کا پتہ بآسانی اس صورت میں چل جاتا ہے جب وہ عدم سے وجود میں آئے۔ معدوم ہو کر موجود ہونا بتاتا ہے کہ خود اس کی ذات اپنے وجود کا سرچشمہ نہیں ہے۔ ذاتی طور پر اس میں وجود کا تقاضا نہیں پایا جاتا ہے لیکن جو ہستی واجب الوجود قرار دی گئی ہو، جو ذاتی طور پر وجود کی مقتضی ہو۔ جس کا پلّہ وجود از خود جھکا ہوا مانا گیا ہو جو ازلی اور ابدی ہو۔ جو عدم سے وجود میں نہ آئی ہو بلکہ ہمیشہ سے موجود ہو۔ جس کے دامن میں زا وجود ہی وجود ہو وہ اپنے موجود ہونے کی وجہ سے علت کی محتاج کس لیے ہوگی۔؟ چونکہ اس کے لیے ذاتی طور پر موجود ہونا ضروری ہے اس لیے کبھی وہ معدوم نہیں ہوگی۔ اس کے پاس تو از خود سب کچھ موجود ہے۔ اس کی جھولی میں کیا نہیں ہے جس کے حاصل کرنے کے واسطے وہ اپنے غیر کے سامنے ہاتھ پھیلائے؟

اگر برٹرنڈرسل کا دماغ اس باریکی تک نہیں پہنچ سکا تو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ممدوح ریاضی۔ سائنس اور سماجیات کے ماہر تھے۔ مذہبی اور فلسفی مسائل میں انھیں مہارت حاصل نہیں تھی۔ ان کا دماغ ان کی بابت زیادہ گہرائی میں جا کر کچھ نہیں سوچ سکتا۔

ڈارون کی تھیوری ڈارون (Darwin) نے پہلے پہل پودوں اور جانداروں کے ارتقاء اور نشو ونما کے بارے میں ایک ایسی انوکھی تھیوری دنیا کے سامنے پیش کی جس کا لوگوں کو سان گمان تک نہیں تھا۔ اس نے بعض سائنسدانوں اور ایسے اشخاص کو جنھوں نے الٰہیات کے بارے میں بھرپور محققانہ غور وخوض نہیں کیا تھا مادیت کی طرف مائل کر دیا۔ اس تھیوری کو ڈارون (Darwin) کے ذہن کی ایجاد کہنا اور سمجھنا خلاف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقت ہے۔ اگرچہ اسے نہ بھی مانا جائے کہ قدیم یونان کے بعض مفکرین کا یہی عقیدہ تھا تو یہ بات یقینی ہے کہ ڈارون سے پہلے لامارک (Lamarck) نے اس تھیوری کو پیش کر دیا تھا۔ ڈارون کی یہ خوش قسمتی تھی کہ انھوں نے یہ نظریہ ایسے ماحول اور زمانے میں پیش کیا کہ جب علمی دنیا پورے طور پر اس کو ماننے کے لیے تیار تھی۔ انھوں نے اپنی کتاب "اصل الانواع" چھاپ کر یورپ کے علمی حلقوں میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ حالانکہ ڈارون (Darwin) اپنی زندگی کے آخری لمحے تک خدا کے قائل رہے لیکن دشمنان مذہب نے ان کے ڈانواڈول نظریے سے دو طرح مذہب کے خلاف فائدہ اٹھایا ہے۔

۱۔ خواہ یہ مانا جائے کہ موجودات عالم رفتہ رفتہ ترقی کر کے اپنی منزل کمال تک پہنچے ہیں اور خواہ یہ تسلیم کیا جائے کہ یکبارگی ان کی رسائی اس نقطے تک ہو گئی ہے بہرحال عیسائیوں کی مذہبی کتاب کے مضامین سے ٹکراتا ہے مختلف حیثیتوں سے غلط ہے۔

الف:۔ اقسام موجودات کے تغیر و تبدل کا نظریہ ابدی اور جاودانی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔ خواہ ان تبدیلیوں کو تدریجی مانا جائے اور چاہے دفعتاً، یکبارگی۔ اسی لیے ڈارون کے بعد اگرچہ اسے مختلف طرح بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ہر صورت مسترد کر دی گئی ہے۔ جہاں تک ڈارون کا تعلق ہے وہ تدریجی ارتقاء کے قائل تھے ان کے نظریے کی عمارت چار ستونوں پر بلند ہوئی تھی جنھیں مسمار کر دیا گیا ہے موجودہ زمانے کا کوئی سائنسداں ڈارون کا طرفدار نہیں ہے۔ البتہ موجودات کے یکبارگی ترقی کرنے کے اس زمانے میں بھی بہت سے سائنسداں قائل ہیں۔

اس نظریے کے ابدیت اور دوام سے محروم ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ڈارون سے پہلے اور ان کے بعد ارتقاء انواع کے بارے میں گوناگوں اور مختلف طرح سے اظہار خیال کیا جاتا رہا ہے۔ ارباب نظر کا دماغ کسی جگہ پر رکا نہیں ہے۔ اس کی دلیل لامارکزم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(Lamarc Kism) کے بعد نیولامارکزم (Newlamarckism)
اور ڈاروِن ازم (Darwinism) کے بعد نیو ڈاروِن ازم (New Darwinism) کا وجود میں آتا ہے۔ آخری تبدیلی وہ ہے جس کا نام میوٹیشن (Mutation) رکھا گیا ہے۔

ابھی نہیں کہا جاسکتا کہ ارتقاءِ انواع کا نظریہ اور کتنے اُلٹے پلٹے کھائے گا۔

ب: مسیحیت کی مذہبی کتاب میں کوئی ایسی پرزور تصریح موجود نہیں ہے جسے اس کے ظاہری معنی سے نہ ہٹایا جاسکے۔ جب کسی پست درجے سے ترقی کرکے انسان کا موجودہ شکل وصورت اور خصوصیات تک پہنچنا ناقابل انکار اور بدیہی مسئلہ بن جائے گا اس وقت موقع آئے گا کہ مذہبی کتابوں کے مضامین کو ایسے سانچے میں ڈھالا جائے کہ وہ نظریۂ ارتقاء سے نہ ٹکرائیں۔ کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ انسان کی موجودہ حالت اور اس کے وجود کے ابتدائی سرچشمے مٹی کے درمیان بہت سی منزلیں ہوں جن کو خاص وجوہ ملحوظ رکھتے ہوئے نہ بیان کیا گیا ہو۔ چونکہ اس حقیقت کے سمجھنے کی قابلیت لوگوں میں نہ تھی اس لیے آسمانی کتابوں نے ان درمیانی منزلوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ج: یہ بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ نظریۂ ارتقاء آدمی کا حیوانیت سے انسانیت تک پہنچنا اگر یقینی طور پر صحیح ثابت ہوجائے تو اس سے بس یہ پتہ چلتا ہے کہ آسمانی کتابیں ایسی چیز نہیں ہیں جن میں کوئی خلاف حقیقت بات نہ ہو۔ لیکن اس سے ہرگز ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا موجود نہیں ہے۔ اگر اس کا وجود یقینی اور دلیلوں کے ذریعہ ثابت ہوجائے تو اس سے محض اس لیے دست بردار ہونا صحیح نہیں ہے کہ آسمانی کتابوں کے مضامین اور نظریۂ ارتقاء کے درمیان تصادم اور تضاد ہے۔ ہم فرض کیے لیتے ہیں کہ توریت اور انجیل کے نام کی کتابیں ہی سرے سے موجود نہیں ہیں یا ہم ایسے دور میں زندگی بسر کررہے ہیں کہ جب توریت اور انجیل نازل ہی نہیں ہوئی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاصہ نہ استقلال انواع (Fixisme) کا نظریہ خداپرستوں کے دلائل کا جزء ہے اور نہ تبدل انواع (Transformisme) کا مسلک الحاد اور انکار خدا کے ادلہ میں سے ہے بلکہ یہ دونوں متضاد نظریے اثبات خدا کے دلائل و براہین کے لحاظ سے یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

۲۔ ڈارون کے نظریۂ ارتقاء سے دشمنان مذہب کے فائدہ اٹھانے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خداپرست طبقہ اس کا وجود ثابت کرنے کے لیے موجودات عالم کے نظم و ضبط کو پیش کرتا ہے۔ یہ اُن کی انتہائی آسان اور عام فہم دلیل ہے۔ اس نظام کا اصلی نمونہ پودوں اور جانداروں میں بہت واضح طور پر نظر آتا ہے لیکن یہ نظام وجود خدا کی دلیل اس صورت میں قرار پاتا ہے جبکہ انسان اور جانور کی بابت یہ مانا جائے کہ وہ دفعتاً اور یکبارگی وجود میں آگئے ہیں۔ اس شکل میں یہ اچانک نمودار ہو جانے والا نظم و ترتیب اعلان کرتا ہے کہ کسی صاحب عقل و شعور ہستی نے پورے ارادے اور اختیار سے انسان اور حیوان کو پیدا کیا ہے۔ لیکن اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ ڈارون کا نظریہ صحیح ہے کہ تمام پودے اور انسان و حیوان تدریجی طور پر نمودار ہوئے ہیں۔ لاکھوں برس کے اربوں کھربوں اتفاقات کے نتیجے میں اس عظیم الشان مکمل نظام کا ایک جزء وجود میں آیا۔ پھر لاکھوں سال گزرے۔ اربوں۔ کھربوں نسلیں وجود میں آآکے فنا ہوتی رہیں۔ یہانتک کہ دفعتاً اس نظام کا دوسرا جزء عالم وجود میں آگیا۔ نظم و ترتیب کی انہی کڑیوں کے اکٹھا ہونے سے اچانک۔ دفعتاً موجودات عالم کی کوئی مرتب منظم قسم نمودار ہوگئی۔ اس صورت میں کائنات عالم کا یہ نظم و ترتیب وجود خدا کی دلیل نہیں بن سکے گا۔

اس غلط فہمی کے ازالے کی غرض سے عرض ہے کہ یہ درست ہے کہ بعض ایسے کمالات اور مکمل تنظیمیں ہیں جن کا تدریجی طور پر نمودار ہونا کسی موجود کی کامیابی کا موجب ہوتا ہے۔ مثلاً بطخوں اور بعض اسی قسم کے دوسرے جانوروں کے پیروں کی انگلیوں کے درمیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والی نازک کھال لیکن بعض اعضاء جسم اس طرح کے ہیں کہ وہ کسی جاندار کو بس اسی شکل میں فائدہ پہنچا سکتے ہیں جب ان کا ایک ایک ٹکڑا نہیں بلکہ وہ مجموعی طور پر وجود میں آئیں۔ مثلاً آنکھ، کان، معدہ، وغیرہ۔ ان میں سے ہر عضو بہت سے اجزاء سے مل کر بنا ہے لیکن وہ مجموعی طور پر صرف ایک عدد کام انجام دیتا ہے۔ آنکھیں دیکھتی اور کان سنتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان اعضاء جسم کے مختلف نازک اجزاء خواہ تدریجی طور پر نمودار ہوں اور خواہ دفعتاً وجود میں آئیں وہ بہر حال یہ بتاتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے وجود کا ایک مقصد ہے۔ ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان اعضاء کے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوئی غرض ہے۔ اگر کوئی مقصد نہ ہوتا۔ کوئی غرض ملحوظ نہ ہوتی۔ اگر یہ ارتقاء کسی عظیم عقل وشعور کا نتیجہ نہ ہوتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ جز ہزاروں شکلوں کو چھوڑ کر اس شکل کا انتخاب کرے جو دوسرے اجزاء کی شکلوں کے ساتھ مل کر کسی مقصد کو پورا کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ نظریۂ ارتقاء صرف یہی نہیں کہ انکار خدا کا موجب نہیں ہے بلکہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ موجودات عالم کی راہنمائی میں کسی صاحب عقل وشعور طاقت کا ہاتھ ہے۔

ہمیں پہلی بات پھر دہرانا پڑ رہی ہے کہ جس دور میں موجودات عالم کے تدریجی ارتقاء کا مسئلہ یورپ والوں کی زبانوں پر تھا اگر وہاں فلسفے کا کوئی باقاعدہ اسکول ہوتا اور کوئی شخص حقیقی فلسفیانہ مذاق رکھتا تو وہ اس نظریۂ ارتقاء سے وجود خدا ثابت کرنے کے سلسلے میں مکمل فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ اس کے ہوتے ہوئے یہ نظریہ انکارِ خدا اور مادہ پرستی کے رواج پانے کا سبب نہیں بن سکتا تھا۔

(باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com